

معارف و مزامیر کا شرعی حکم

مولانا عبد الغفار حسن

اس سلسلہ مضامین کی ترتیب میں مشہور شارحین حدیث اور امام ابن تیمیہؒ اور ان کے ارشد تلامذہ کی تصانیف سے استفادہ کیا گیا ہے۔

زیادہ تر ایسی احادیث کی تشریح کو ملحوظ رکھا گیا ہے:

(۱) جن سے اسلام کے بنیادی عقائد و اقدار پر روشنی پڑتی ہو۔

(۲) جن روایات سے تعمیر سیرت اور دینی تربیت کا پہلو نمایاں ہو۔

صحیح تشریح جن کو قرآن یا عقل و تجربہ کے خلاف قرار دے کر رد کر دیا جاتا ہے۔

(۳) ایسی روایات کی صحیح تاویل و تشریح جو بظاہر متعارض اور متضاد معلوم ہوتی ہیں۔

(۵) ایسی روایات و آثار کی وضاحت جو اپنے ظاہری مفہوم کے لحاظ سے حدیث کی محبت اور اہمیت کو کم کرتی ہوں۔

(۶) ایسی احادیث کی مستند توضیح جن کو آج کے اصحابِ تجدّد مغربی ثقافت کو فروغ دینے کے لئے غلط معنی پہناتے ہیں۔ (ع-ح)

قال حدثني ابو عامر او ابو مالكة الاشعري والله ما كذبني
سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: ليكونن من امتي
اقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف
ولينزلن اقوام الى جنب علم يروح عليهم بسارحه لهم
ياتيهم يعنى الفقير لحاجة فيقولوا ارجع الينا غدا
فبييتهم الله و يضع العلم ويمسح آخرين قردة و خنازير
الى يوم القيمة

ترجمہ: ابو عامر یا ابو مالکؓ (یہ دونوں صحابی ہیں) کے شاگرد عبد الرحمن بن غنم الاشعری کا بیان ہے کہ مجھ سے (ان دونوں میں سے ایک نے) حدیث بیان کی، بخدا انہوں نے مجھ سے جھوٹ بات نہیں کی۔ انہوں نے آنحضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں ایسے لوگ (یا گروہ) پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور گانے بجانے کے آلات کو حلال قرار دیں گے اور کچھ لوگ پہاڑ کے دامن میں اتریں گے جہاں ان کے پاس شام کو مویشی چر کر پہنچیں گے، ان کے پاس کوئی آدمی اپنی کسی ضرورت و حاجت کو لے کر آئے گا تو وہ کہیں گے ”کل آنا“ تو اللہ تعالیٰ ان کو راتوں رات عذاب میں مبتلا کر دے گا، پہاڑ ان پر گر اڑے گا، اور دوسروں کو قیامت تک کے لئے بندر اور سور بنادے گا۔

تحقیق بخاری کی اس روایت کو حافظ ابن حزم کے سوا تمام قائل ذکر اہل علم محدثین اور فقہاء نے صحیح تسلیم کیا ہے۔

علامہ یعنی ”لکھتے ہیں:

والحدیث صحیح وان كانت صورته صورة التعليق وقد
تقرر عند الحفاظ ان الذي ياتي به البخاري من التعاليق
كلها بصيغة الجزم يكون صحيحا الى من علقته عنه ولولم
يكن من شيوخم فان قلت قال ابن حزم هذا الحديث منقطع
فيما بين البخاري وصدقة بن خالد والمنقطع لا تقوم به
حجة - قلت وهم ابن حزم في هذا (عمدة القاري شرح بخاري، كتاب
الاشربة ج ۲۱ ص ۱۷۵)

”حدیث (یعنی حدیث معارف) صحیح ہے اگرچہ بظاہر مطلق صورت میں ہے، کیونکہ
حفاظ حدیث کے ہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ بخاری میں جتنی مطلق روایات جزم و یقین

۱۔ محدثین کی اصطلاح میں مطلق روایت اسے کہتے ہیں جس کی سند کا ابتدائی حصہ یا پوری سند
حذف کر دی جائے۔ صحیح بخاری کی ایسی مطلق روایات متصل السند کے حکم میں مانی جاتی ہیں۔ ملاحظہ
ہو مقدمہ مشکوٰۃ ص ۳، از شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

کے ساتھ منقول ہیں وہ قاتل اعتماد ہیں اور جن سے تعلیق کی گئی ہے ان کی طرف حدیث کی نسبت درست ہے، خواہ وہ امام بخاری کے شیوخ میں سے نہ بھی ہوں۔ اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ امام بخاری اور صدقہ بن خالد کے درمیان انقطاع پایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ منقطع روایت حجت نہیں ہو سکتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں انقطاع کا شبہ پیدا کرنا وہم سے خالی نہیں ہے۔ یعنی یہ شبہ بے بنیاد ہے۔“

حافظ ابن الصلاحؒ نے بھی ابن حزمؒ کے اس موقف کو انتہائی کمزور قرار دیا ہے، لکھتے ہیں: فزع ابن حزم انہ منقطع بین البخاری و هشام و جعلہ جوابا عن الاحتجاج بد علی تحریم المعازف و اخطأ فی ذلک من وجوه والحديث صحيح معروف الاتصال على شرط الصحيح۔

”ابن حزمؒ نے بخاری کی اس روایت کو منقطع قرار دے کر حرمت معازف و مزامیر کے استدلال کا جواب دینا چاہا ہے حالانکہ حدیث، بخاریؒ کی شرط کے مطابق صحیح اور متصل الاسناد ہے۔ ابن حزمؒ نے اس دعویٰ انقطاع میں کئی وجوہ سے غلطی کی ہے۔“

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ ابن الصلاح ص ۳۲) حافظ ابن القیمؒ نے اس شبہ کا جواب تفصیل کے ساتھ دیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ شبہ کئی وجوہ کی بنا پر بے بنیاد ہے۔

(۱) امام بخاریؒ کی ملاقات اور سماع ہشام بن عمار سے ثابت ہے اس لئے یہاں تدلیس کا شبہ پیدا کرنا کسی صورت میں بھی ممکن نہیں ہے۔

(۲) امام بخاریؒ کا صیغہ ترمیض ”قیل“ کے بجائے پورے وثوق کے ساتھ اس روایت کو بیان کرنا ظاہر کرتا ہے کہ ان کو اس روایت کی صحت پر پوری طرح یقین ہے۔

(۳) امام اسماعیلیؒ اور دوسرے محدثین نے دوسرے طرق سے سند کا اتصال واضح کر دیا ہے جس سے انقطاع کا شبہ کسی صورت میں بھی باقی نہیں رہتا، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو انشاء اللہ الخان فی مکائد الشیطان ص ۱۳۹۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس سلسلہ میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ فتح الباری مصری ج ۱۰ ص ۴۳ کتاب الاثریہ۔

اس موقع پر یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ حافظ ابن حزمؒ کا اپنی رائے پر اصرار و

تشدد اہل علم کے طبقہ میں معروف و مشہور ہے۔ اسی تشدد کی بنا پر وہ متعدد مسائل میں دوسرے اہل علم سے منفرد ہو گئے ہیں، اس لئے ایک فرد کا اختلاف و شد و زجب کہ اس کی بنیاد کسی معقول استدلال پر بھی نہیں ہے کوئی معنی نہیں رکھتا، اس تفصیل کے بعد اس قول کی کوئی بنیاد باقی نہیں رہتی کہ معازف و مزامیر کی حرمت پر کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔

الفاظ حدیث کی تحقیق

(۱) جر (بالحاء والراء المخففہ): فرج، شرمگاہ، یہاں مراد زنا ہے، بعض راویوں نے حَزَّ (بالخاء والزاء) روایت کیا ہے، یہ بھی ریشم کی ایک قسم ہے (اغاثہ۔ اللسان ص ۱۳۰) لیکن لفظ ”جر“ پر راویان حدیث نے زیادہ اعتماد کیا ہے، اور اسی کو ترجیح دی ہے، یہاں سیاق و سباق کے لحاظ سے بھی یہی مناسب ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۵)

(۲) معازف: یہ لفظ معروف کی جمع ہے۔ اس کا اطلاق گانے بجانے کے آلات پر کیا جاتا ہے۔ لغت حدیث کے عالم ابن الاثیر نے لکھا ہے: وہی الدفوف وغیرہا مما یضرب یعنی دف اور جن آلات کو بجایا جاتا ہے ان کو معازف کہا جاتا ہے۔ مولانا وحید الزماں صاحب مرحوم لکھتے ہیں: يستحلون الحر والمعارف، یعنی زنا اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ (انوار الفتح ج ۱۸ ص ۱۰۴) حافظ ابن حجر ”معارف“ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

ہی آلات الملامی، ونقل القرطبی عن الجوهری ان المعارف هو الغناء والذى من صحاحم انها آلات اللہو

(فتح الباری مصری ج ۱ ص ۳۵)

یعنی معازف آلات لبو کا نام ہے۔ امام قرطبی نے جوہری سے نقل کیا ہے کہ معازف غناء کا نام ہے۔ صحاح جوہری میں معازف آلات لبو کے معنی میں لیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا تشریحات میں صرف تعبیر کا اختلاف ہے۔ معازف سے اصل گانے بجانے کے آلات مراد ہیں۔ اور ایک تشریح کے مطابق غناء (گانے) پر بھی اس کا اطلاق کیا گیا ہے۔

(۳) يستحلون: استحلال کے معنی ہیں کسی چیز کو حلال قرار دینا، یعنی ایک توہمناہ

۲۔ واضح رہے کہ یہ لغت، عربی کی مستند لغات لسان العرب، قاموس، نہایہ ابن الاثیر، مجمع البحار،

صحاح جوہری، الفائق اور فتی اللادب سے مرتب کی گئی ہے۔

کرنا پھر اس کو حلال طیب سمجھنا۔ یہ دین سے بغاوت کی انتہائی افسوسناک شکل ہے۔ اس سے جرم کی شدت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ آج کل صورت حال یہی ہے کہ جس چیز کو شریعت میں حرام ٹھہرایا گیا ہے اس کو بہ تکلف جائز اور حلال قرار دیا جا رہا ہے۔

تشریح حدیث

(۱) زنا، ریشم، شراب اور آلات طرب و غناء حرام ہیں۔ اول الذکر تینوں محرمات کے بارے میں ابھی تک کوئی ایسا شوشہ نہیں چھوڑا جا رہا ہے جس سے یہ امور بھی متنازع فیہ مسائل کی حیثیت اختیار کر جائیں، اس لئے اس مضمون میں صرف معاذف و مزامیر کی حلت و حرمت ہی تک گفتگو محدود رکھی جاتی ہے۔

(۲) اس روایت میں جن چار چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں باہمی خاص تعلق اور مناسبت پائی

رہی ہے۔ مثلاً شراب، ریشم، آلات طرب و غناء (موسیقی) پسند معاشرے کے ناگزیر لوازمات میں سے ہیں۔

موسیقی کے نتائج

جب کسی سوسائٹی کے افراد کو تن آسانی اور عیش پسندی کا چسکا پڑ جاتا ہے تو بدن نرم و نازک ریشمی لباس مانگتا ہے، کلن حسین و دلکش نغے سنتا چاہتا ہے، دل و دماغ نشہ آور اور مدہوش کر دینے والے مشروبات کا مطالبہ کرتے ہیں، نگاہیں حسین چہروں کو ڈھونڈتی پھرتی ہیں۔ اس ”ذوقِ جمالیات“ یا بالفاظِ دیگر ذہنی آوارگی اور اخلاقی بے راہ روی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اپنی خواہشوں کے پیچھے پیچھے اسی منزل پر پہنچ جاتا ہے جسے آزاد محبت (FREE LOVE) کہا جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے زنا اور بدکاری کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ جس قوم میں یہ بیماری پھیل جاتی ہے وہ روحانی، اخلاقی، اور جسمانی ہر لحاظ سے تباہی و بربادی کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ حدیث میں ہے: مافشا الزنا فی قوم الا کثر فیہم الموت (موطا امام مالک) یعنی جس قوم میں زنا کاری عام ہو جاتی ہے اس کی شرح اموات میں بھی بلاِ آخر اضافہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ اسی بنا پر صلحائے امت کی اصطلاح میں غناء کو ”رقیۃ الزنا“ کہا جاتا ہے، یعنی

۳۔ ریشم مردوں کے لئے حرام ہے عورتوں کے لئے مباح ہے، جیسا کہ دوسری روایات میں

وضاحت موجود ہے۔

غناء زنا اور بدکاری کا افسوس ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حدیث میں غناء کو فحش کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔ حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں: ان الغناء ينبت النفاق في القلب (ابوداؤد مع عون ج ۴ ص ۴۳۵)

ابوداؤد کی اس روایت کے بارے میں محدثین کا فیصلہ اگرچہ یہ ہے کہ اس کا مرفوع (ارشاد نبوی) ہونے کے بجائے حدیث موقوف یعنی قول صحابی ہونا زیادہ رائج ہے، تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ محدثین کے نزدیک ایسی موقوف روایت جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: وهو في حكم المرفوع اذ مثله لا يقال من قبل الرأى (روح المعانی ج ۲۱ ص ۶۰) شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں: آنحضرت ﷺ کی احادیث کا ہم تک پہنچنا ان روایات پر موقوف ہے جو سند متصل یا عنعنہ کے ذریعہ منقول ہوں (مطلع نظر اس سے کہ وہ خود آنحضرت کے الفاظ ہوں جن کو حدیث مرفوع کہتے ہیں یا کسی صحابی پر جا کر روایت ختم ہو جاتی ہو جسے حدیث موقوف کہتے ہیں) بالفاظ دیگر وہ اس قسم کی خبریں ہوں جو صحابہ اور تابعین کی جماعت میں سے ان قابل سند اشخاص سے منقول ہوں جن کے متعلق یہ یقین ہو کہ جب تک انھوں نے رسول خدا ﷺ سے اس بارے میں نہ سنا ہو وہ از خود کہنے کی جرأت نہیں کریں گے، اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ حدیث موقوف بھی بطریق دلالت آنحضرت ﷺ ہی کا قول ہے۔" (تجلی اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۰۵)

زنا اور فحش، قلب کے مریض ہونے کی نشانی ہیں، اور ظاہر ہے کہ غناء زنا کے ملبوی اور محرکات میں شمار ہوتا ہے۔ اسی بنا پر اس حدیث میں ان دونوں کو یکجا بیان کر دیا ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح سورۃ نور میں زنا کی حد اور ستر کے احکام بیان کرنے کے معا بعد فحش اور منافقین کے خصائص بتائے گئے ہیں، یا جیسے سورۃ احزاب میں حجاب کے احکام کے ساتھ ساتھ منافقین کا بھی ذکر موجود ہے۔

غنا اور زنا میں مناسبت

غناء اور زنا کی باہمی گہری مناسبت اور ان کے تلازم کو امام ابن الجوزیؒ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: "لگنے میں دو معنیں جمع ہیں، ایک طرف تو وہ قلب کو عظمت الہی میں ٹھکرے روکتا ہے، دوسری طرف اسے ملوی لذتوں کو طرف راغب کرتا ہے۔ اس کا تقاضا ہوتا ہے کہ

تمام بلوی لذتیں حاصل کر لی جائیں، اور معلوم ہے کہ بلوی لذتوں میں سب سے زیادہ قوی مرد اور عورت کے اختلاط کی لذت ہے۔ مگر یہ لذت اس وقت مکمل ہوتی ہے جب اس میں تجدود شروع ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ حلال طریقے پر یہ تجدود ممکن نہیں۔ لہذا گناہ زنا کی ترغیب دیتا ہے، گانے اور زنا میں گہری مناسبت ہے، گناہ روح کے لئے قندہ ہے اور زنا نفس کی سب سے بڑی لذت ہے۔ (تلمیس ابلیس ص ۳۲، رسالہ السماع والرقص مؤلفہ امام ابن تیمیہ ص ۱۳۶)

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں زنا اور اس کے اسباب و محرکات کو یکجا بیان کر دیا گیا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قوم میں عیش پسندی، مزامیر پرستی، شراب خوری اور زنا کاری پھیل جاتی ہے اس پر مختلف قسم کے انتہائی شدید عذاب نازل ہو سکتے ہیں، جن کا ایک نمونہ قوم لوط اپنے زمانہ میں دیکھ چکی ہے۔

ابن ماجہ کی روایت میں غناء اور سماع کا انجام اس طرح بیان کیا گیا ہے:

لیشربن ناس من امتی الخمر یسمونها بغیر اسمها و یعزف علی رؤسهم بالمعازف و المغنیات یشفس اللہ بهم الارض و یجعل منهم قردة و خنازیر

”میری امت میں سے کچھ لوگ شراب کا دوسرا نام رکھ کر اس کا دود چلائیں گے۔ ان کے سروں پر گانے والیوں اور باجوں گانوں کا شور اور ہنگامہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھندلا دے گا، اور ان میں سے بعض کو سور بندر بنا دے گا۔“

ایک غلط تاویل

بخاری کی زیر غور صحیح حدیث کی بعض حامیان موسیقی نے یہ تاویل کی ہے ”اس سے انکار نہیں کہ آنحضور ﷺ دف بجانے پر خاموش رہے، خود اسے سنا اور منع نہیں فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ اس بات کا زیر بحث حدیث میں احتمال موجود ہے کہ جن معازف (باجوں) کو حرام کیا گیا ہے وہ وہی بابجے ہیں جو عے نوشی کے ساتھ پیوستہ ہوں جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ میری امت میں کچھ لوگ شراب پیئیں گے، شام کو ان کے پاس گانے والی لونڈیاں آئیں گی اور دن کو بابجے بھیئیں گے۔“

۴۔ اس حدیث کی وضاحت عنقریب قارئین کرام کے سامنے آجائے گی۔

”اس روایت میں اس کا احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد ان تمام چیزوں کی مجموعی شکل ہو۔ اس صورت میں کسی ایک چیز کی انفرادی تحریم کی دلیل نہ ہوگی۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت قرآن کی یہ آیات ہیں: ۲۰ سے پکڑ کر گلے میں طوق ڈالو پھر اسے جہنم میں لے جاؤ پھر ستر گز کے حلقے والی زنجیر میں اسے جکڑ دو۔ یہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور مسکین کے کھلانے پر کسی کو ابھارتا نہ تھا یہاں بلاشبہ اس وعید شدید کا سبب محض مسکین کو کھلانے پر نہ ابھارتا نہیں ہے اور نہ ایسا کرتا یعنی مسکین کو کھلانے پر نہ ابھارتا حرام ہے۔ (اسلام اور موسیقی ص ۷۷، شائع کردہ ثقافت اسلامیہ)

اس تویل کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی محفل میں غناء اور مزامیر کا استعمال ہو اور شراب کا دور نہ چلے تو ایسی مجلس سے لطف اندوز ہونا جائز ہو گا۔ حقیقت میں یہ ایک قسم کا مغالطہ ہے۔ جس سے تویل کی گئی ہے اس کا فضا تو صرف عیش و طرب کی دلدادہ سوسائٹی کی حالت بیان کرنی ہے۔ بالعموم جہاں گانے بجانے کی گرم بازاری ہوگی وہاں شراب و کباب کا دور بھی چل کر رہے گا اور جنسی بے راہ روی کی وبا بھی پھوٹ کر رہے گی۔ اس سے یہ کہیں لازم آیا کہ مزامیر کے ساتھ اگر شراب نہ ہوگی تو مزامیر و معازف حرام نہ ہوں گے۔ اس قسم کی تویل کا جواب قاضی شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں نقل کیا ہے:

ويجاب بان الاقتران لا يدل على ان المحرم هو الجمع فقط
والاكرام ان الزنا المصرح به في الحديث لا يحرم الا عند
شرب الخمر واستعمال المعازف واللازم باطل بالاجماع
فالملزوم مثله وايضاً يلزم في مثل قوله تعالى إِنَّهُ كَانَ لَا
يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَلَا يَخْضُ عَلَى طَعَامِ الْمُسْكِينِ أَنَّهُ لَا يَحْرَمُ
عدم الايمان بالله الا عند عدم الحضض على طعام المسكين
فان قيل تحريم مثل هذه الامور المذكورة في الانزام قد علم
من دليل آخر فيجواب بان تحريم المعازف قد علم من دليل
آخر كما سلف۔ (ج ۷ ص ۳۸)

”اس تویل کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ چند چیزوں کے یکجا بیان ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حرمت کا اطلاق صرف مجموعی حالت پر ہو ورنہ لازم آئے گا کہ زنا بھی اسی

وقت حرام ہو جب کہ اس کے ساتھ شرب خمر اور استعمال مزامیر کا سلسلہ بھی جاری ہو۔ یہ نتیجہ بالاجماع غلط ہے تو ظاہر ہے کہ اصل دعویٰ بھی باطل ہو گا۔ نیز اس تاویل کی رو سے یہ بھی لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ پر عدم ایمان اسی وقت حرام ہو گا جب کہ انسان مسکین کو کھانا کھلانے پر بھی نہ ابھارے یعنی بخل کا بھی ارتکاب کرے۔ اگر اس کے جواب میں یہ کہا جائے کہ ان چیزوں کی حرمت تو دوسرے دلائل سے واضح ہو چکی ہے تو عرض کیا جائے گا (جناب!) اسی طرح معافز و مزامیر کی حرمت بھی دوسری دلیل سے معلوم ہو چکی ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔“

اسی طرح قرآن میں جہاں شراب کو رِجس (نپاک) کہا گیا وہاں ساتھ ہی میسر (قمار بازی) کا بھی ذکر ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْمِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ (سورۃ المائدہ آیت ۹۰)

”پس شراب، جو، انصاب (بت) اور ازلام (فال دیکھنے کے تیر) نپاک شیطانی کارنامہ ہی ہیں ان سے پرہیز کرو۔“

کیا اس آیت کی یہ تفسیر درست ہو گی کہ جو صرف اسی وقت نپاک اور قابل اجتناب ہو گا جب کہ اس کے ساتھ سے نوشی کا شوق بھی فرمایا جائے؟ باقی رہا یہ کہ کہنا کہ مسکین کے کھانا کھلانے پر نہ ابھارنا کوئی حرام کام نہیں ہے کہ جس پر اتنی شدید وعید سنائی جائے، اصل معاملہ یہ ہے کہ جس وقت کوئی انسان فائدہ مست ہو، بھوک سے مر رہا ہو تو ایسے موقع پر جو نہ خود آمادہ جو دو کر م ہو اور نہ دوسروں ہی کو اس نیکی پر ابھارے وہ یقیناً انتہائی شدید وعید کا مستحق ہے۔ اسی کے ہم معنی وہ آیت ہے جس میں سرمایہ کو کنز بنانے اور تجویروں پر ہر وقت قفل چڑھانے والوں کو درد ناک عذاب کی بشارت سنائی گئی ہے۔ (سورۃ التوبہ)

(جاری ہے)

بقیہ: حرفِ اولے

ہونے میں کوئی تردد نہیں لیکن شکر ہے یہ حقیقت ہر وقت مستحضر رہتی ہے کہ دلائل فقہ کی جانچ پرکھ کے لئے جس تجر اور محق و گمراہی کی ضرورت ہے اس کا حاصل ہونا اتنا آسان نہیں ہے جتنا ہم نے سمجھا ہے، اس لئے شدید آرزو ہے کہ اس مسئلے پر کسی باخبر عالم کا تجزیہ اور تبصرہ سامنے آئے۔ آپ کی جستجو یا نہ مساعی سے بجا طور پر یہی توقع ہے کہ آپ ہی تحقیق مزید کی خاطر اس صبر آزما کام کو کسی مثبت نتیجے تک پہنچانے کے لئے یہ درد سہی مول لیں گے۔ ان شاء اللہ عند اللہ ماجور ہوں گے۔

از الطاف الرحمن، دارالعلوم حنفیہ چکوال